# انشورنس کروانا کیسا؟

1

ریفرنس نمبر:Sar6826

تاریخ:31-10-2019

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارے میں کہ (1)لائف انشورنس کی شرعی حیثیت کیاہے؟

(2)اوربتائیے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کااس کے بارے میں کیامؤقف ہے ؟اگران کامؤقف عدمِ جواز کاہے ،توپھراحکام شریعت میں اسے جائز قرار دیناکس بناپرہے؟

(3)لائف انشورنس کے علاوہ جنرل انشورنس جس میں ایک آدمی یا کمپنی اپنی جائداد گاڑی یامال کے تحفظ کیلئے کسی کمپنی کومخصوص مدّت کیلئے رقم دے ،توانشورنس کمپنی اس رقم کے عوض اس آدمی یا کمپنی کی جائداد،مال اور گاڑی وغیرہ کے تحفظ کی یقین دہانی کراتی ہے کہ اگراس مخصوص مدّت میں جائداد،گاڑی یامال کوانشورنس پالیسی میں درج خطرات میں سے کوئی بھی خطرہ لاحق ہوگیاتو انشورنس کمپنی اس آدمی یا کمپنی کواس کامعاوضہ اداکرے گی ،توکیایہ کاروبار جائزہے ؟اوراگرناجائزہے ،توقرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیے کہ کیوں ناجائزہے ؟تفصیلاً بیان کردیں۔

**سائل:محمد بلال(فیصل آباد)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(1)۔مروّجہ انشورنس یعنی بیمہ پالیسی کاحکم یہ ہے کہ بیمہ پالیسی خواہ لائف(زندگی)کی ہویاکسی اورشے کی ناجائزوممنوع ہے اوریونہی اس میں کام کرنابھی ناجائزوممنوع اورگناہ کاکام ہے اورلائف انشورنس کے ناجائزہونے کی عمومی وجہ سود اور ظلم ہے۔

بیمہ پالیسی میں ملنے والی زائدرقم سودہے اس لئے کہ انشورنس کمپنی بیمہ ہولڈرسے اس کی رقم منافع کمانے یعنی کاروبارکرنے کی غرض سے لیتی ہے ،جبکہ شرعی طورپرغورکرنے سے معلوم ہوتاہے کہ اس میں دیگرقباحتوں کے ساتھ ساتھ کاروبارکے تمام شرعی اصولوں کی پاسداری نہیں کی جاتی ،جس کی بناء پراس رقم کی حیثیت فقط قرض کی ہوتی ہے ،جس کی وجہ سے پالیسی لینے والا شخص(قرض خواہ)اورانشورنس کمپنی(قرض دار)کی حیثیت رکھتے ہیں اورچونکہ شرعی اعتبارسے قرض پرمعاہدے کے تحت کچھ زائدلیناا گرچہ فکس نہ ہو،سودہوتاہے جبکہ کمپنی اپنے پالیسی ہولڈرکواس کی جمع شدہ رقم پرزائدرقم اداکرنے کی پابندہوتی ہے اوریہ سودہے۔چنانچہ سود کی تعریف کے بارے میں

فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" میں ہے:"الرباھو الفضل المستحق لأحد المتعاقدين فی المعاوضة الخالی عن عوض شرط فیه" یعنی سود عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے معاوضہ میں ثابت ہونے والی وہ مشروط زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو۔ (ھدایہ آخرین، ج2، ص82، مطبوعہ لاھور)

اورسودی نفع کی قرآن وحدیث میں مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اوراللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر275)

علامہ علاءالدین المتقی علیہ رحمۃ اللہ القوی ایک حدیثِ مبارک نقل کرتے ہیں" جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:"کل قرض جر منفعة فھو ربا۔ رواہ الحارث بن ابی اسامة عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجھه الکریم" ترجمہ : ہروہ قرض جو منفعت لے آئے وہ(منفعت)سود ہے۔ اسے حارث بن ابی اسامہ نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کیا۔

(کنز العمال، کتاب الدین والسلم، رقم الحدیث 15512، ج6، ص99، دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی "درمختار" میں "الاشباہ والنظائر" کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں:"کل قرض جر نفعا حرام" ترجمہ: ہر قرض جو نفع لے آئے وہ حرام ہے۔

(درمختار، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ج7، ص395، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اس کے تحت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی "رد المحتار" میں فرماتے ہیں:"ای کان مشروطا" یعنی وہ نفع تب حرام ہے جب اس کی شرط لگائی گئی ہو۔

(ردالمحتار، کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ج7، ص395، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اورحدیث مبارک میں سود کا لین دین کرنے والوں کے بارے میں ارشاد ہوا: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه واٰله وسلم اکل الربٰو او موکله و کاتبه و شاھدیه قال وھم سواء" رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اوراسکے گواہوں پر لعنت فرمائی اورارشاد فرمایا کہ یہ تمام لوگ برابر ہیں۔ (مسلم، ج2، ص27، مطبوعہ کراچی)

اورظلم کی صورت یہ ہے کہ بیمہ کرانے والا اگر دو یا تین قسطیں دینے کے بعد باقی اقساط ادا نہ کرے اور پالیسی ختم کرنا چاہے ، تواس کی ذاتی جمع کروائی ہوئی رقم اس کو واپس نہیں دی جاتی اور یہ بات صریحاً ظلم وناجائز، قرآن وحدیث کے خلاف اور باطل طریقے سے ایک مسلمان کا مال کھانا ہے ۔ چنانچہ عربی لغت میں ظلم کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:"وضع الشیء فی غیر موضعه" یعنی کسی شے کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کا محل نہ ہو "واصل الظلم

الجور ومجاوزۃ الحد"اور ظلم کی اصل زیادتی اور حد سے بڑھنا ہے۔"

**(لسان العرب، ج12، ص373، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)**

اور حدیثِ پاک میں کسی کا مال ظلماً لینے کے بارے میں فرمایا گیا کہ:"من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین"یعنی جس نے بالشت بھر زمین ظلماً لی (غصب کی) بروزِ قیامت اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ **(مشکوۃ شریف، ص254، مطبوعہ کراچی)**

اور کسی کا مال ناحق کھانے کے بارے میں قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ترجمہ کنز الایمان:اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ **(سورۃ البقرہ، پارہ2، آیت188)**

مصنف شرح صحیح مسلم بیمہ کے موجودہ نظام میں پائے جانے والے فساد کی متعدد وجوہات کو بیان فرماتے ہیں۔ مثلاً: " (1)۔بیمہ کمپنی اپنے جمع شدہ سرمایہ کو گردش میں رکھنے کے لئے دوسرے صنعتی اور تجارتی اداروں کو سود پر قرض فراہم کرتی ہے اور سود حرام قطعی ہے۔جیسا کہ مذکورہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔

(2)۔یہ کہ بیمہ کرانے والے کو اگر قرض لینا ہو تو بیمہ کمپنی اس کو بھی سود پر قرض دیتی ہے۔

(3)۔یہ کہ بیمہ کرانے والا اگر دو یا تین قسطیں دینے کے بعد باقی اقساط ادا نہ کرے تو اس کی رقم اس کو واپس نہیں دی جاتی اور یہ ظلم اور ناجائز عمل ہے۔

(4)۔یہ کہ بیمہ کمپنی مدت پوری ہونے کے بعد بیمہ کرانے والے کو اس کی اصل رقم مع سود کے لوٹاتی ہے اور سود لینا اور دینا دونو ں حرام ہیں۔

(5)۔یہ کہ مدت پوری ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص طبعی موت مرجائے یا کسی حادثہ میں ہلاک ہوجائے تو اس کو پہلی صورت میں پوری مد ت کی رقم اور دوسری صورت میں دگنی رقم دی جاتی ہے اب اس کو اس کی جمع شدہ اقساط سے زائد رقم جو دی جاتی ہے اس کو اگر شرط لازم قرار دیا جائے (جیسا کہ عملًا اسی طرح ہے) تو یہ عقد صحیح نہیں ہے اور اگر اس کو تبرع اور احسا ن قرار دیا جائے تو یہ واقع کے خلاف ہے۔"

**(المختصر من شرح صحیح مسلم، ج5، ص865، 866)**

(2)۔بیمہ کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا مؤقف بھی عدمِ جواز ہی کا ہے۔جیسا کہ آپ علیہ الرحمۃ" فتاوی رضویہ "میں ایک سوال کے جواب میں" جس میں بیمہ کی چار صورتیں بیان کی گئی" اس کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:" یہ بالکل قمار ہے اور محض باطل کہ کسی عقد شرعی کے تحت میں داخل نہیں۔ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر عذر کے جو اجازت دی گئی ،وہ اس صورت سے مقید ہے کہ

ہرطرح ہی اپنانفع ہواوریہ ایسی کمپنیوں میں کسی طرح متوقع نہیں، لہٰذا اجازت نہیں۔ کماحقق المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر۔" (فتاوی رضویہ، جلد17صفحہ365،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اور"احکام شریعت" میں سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ رحمۃالرحمن نے جوبیمہ پالیسی کے جواز کا حکم ارشادفرمایا ،اس کا جواب یہ ہے کہ اس سوال اور آپ علیہ رحمۃالرحمن کے جواباً دیئے گئے ارشاد میں مذکورہے کہ وہ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے تھااورچونکہ اُس وقت گورنمنٹ کفارکی تھی اورکفارسے دھوکہ وبدعہدی کیے بغیرکسی بھی طرح کاکوئی نفع یاان کا مال لیناکہ جس کے لینے میں اپناکسی قسم کانقصان نہ ہو،جائزہے لہذااس وقت کی گورنمنٹ کے لحاظ سے آپ علیہ الرحمۃ نے جواز کا حکم ارشاد فرمایا اوراس کو کئی شرائط کے ساتھ مقید کیا،لہٰذا مروجہ بیمہ پالیسی کواس پر قیاس کرنادرست نہیں۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمدرضاخان علیہ رحمۃالرحمن" احکام شریعت "میں تحریرفرماتے ہیں: " جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اوراس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں توجائزہے کہ کوئی حرج نہیں ،مگرشرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو۔جیسے روزوں یاحج کی ممانعت۔" (احکام شریعت، ح2، ص187، بُک کارنر، جہلم)

اوربیمہ پالیسی کرنے والوں میں اگرمسلمان بھی شامل ہوں ،جیسے ہمارے ہاں بیمہ پالیسی کرنے والے عموماً مسلمان ہی ہوتے ہیں ،تواس کاحکم بیان کرتے ہوئے ارشادفرماتے ہیں:" جس کمپنی سے یہ معاملہ کیاجائے ،اگراس میں کوئی مسلمان بھی شریک ہے ،تومطلقاً حرام قطعی ہے کہ قمارہے اوراس پرجوزیادت ہے ربا اور دونوں حرام وسخت کبیرہ ہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد23صفحہ595،مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اوریہ بھی یادرہے کہ کافروں کے ساتھ بہت سے عقودفاسدہ جائزہوتے ہیں ،جومسلمانوں کے ساتھ جائزنہیں ہوتے ،جبکہ ان میں بھی کفارکے ساتھ دھوکہ یابدعہدی نہ کی جائے ۔جیساکہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃالرحمن کفارسے غدر (دھوکہ) و بدعہدی کیے بغیر ان کامال لینے کے بارے میں ارشادفرماتے ہیں: " جوکافر نہ ذمی ہونہ مستامن سواغدر(دھوکہ) بدعہدی کے کہ مطلقاً ہر کافرسے بھی حرام ہے ،باقی اس کی رضا سے اس کا مال جس طرح ملے ،جس عقد کے نام سے ہو ،مسلمان کے لیے حلال ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد، 17ص348، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

(3)اورجنزل انشورنس کے ناجائزہونے میں عمومی وجہ جوا اورظلم کی صورتوں کامتحقق ہوناہے ۔مثلاًجوا اس طرح کہ مقررہ مدّت کے دوران اگرخریدی ہوئی چیزمیں کوئی نقصان پہنچا، توکمپنی کواس کی تلافی کرناہوتی ہے اوراس طرح پالیسی ہولڈر کافائدہ ہوجاتاہے کہ اس صورت میں کم پیسہ دے کرنقصان زیادہ ہونے کی صورت میں

رقم زیادہ مل جاتی ہے اور اگر پالیسی ہولڈر کو کسی قسم کا نقصان نہ ہوا اور اس کی چیز مقررہ مدّت تک کمپنی کے بیان کردہ نقصانات سے محفوظ رہی تو پالیسی ختم ہونے کے بعد پالیسی ہولڈر کی ساری رقم ضبط ہوجاتی ہے اور کمپنی کا فائدہ ہوجاتاہے، پس اسی کو جوا کہتے ہیں۔ جیساکہ فتاوی عالمگیری میں ہے:"اذا کان البدل من الجانبین فھو قمار حرام" ترجمہ: اگر دونوں جانب سے مال کی شرط ہو(مثلاً تم آگے ہوگئے تو میں اتنا دوں گا اور میں آگے ہوگیا تو میں اتنا لوں گا) یہ صورت جُوا اور حرام ہے۔ (فتاوی عالمگیری، ج5، ص324، مطبوعہ کوئٹہ)

اور اسلام نے جُوا حرام قرار دیاہے۔ چنانچہ جوئے کی حرمت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشادفرماتا ہے:﴿ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! شراب اور جُوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں ، شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ (پارہ7، سورۃ المائدہ، آیت90)

اور درحقیقت یہ جُوا بازی باطل طریقے پر لوگوں کا مال کھاناہے ، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایاہے ۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہوا کہ ﴿وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (القرآن، سورۃ البقرہ، آیت188)

اور ایسوں کے متعلق خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعید ذکر فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ "ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلھم النار یوم القیامۃ" ترجمہ: بے شک کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق طور پر داخل ہوجاتے ہیں پس قیامت کے دن ان کیلئے آگ ہوگی۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج3، ص157)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن بیمہ کا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:" یہ شرعاً قمار(جوا) محض ہے وہ ماہوار کہ اس میں دیاجاتاہے ، وقت مشروط سے پہلے واپس نہیں لیاجاسکتا نہ شرعاً وہ محکمہ اس کا مالک ہوسکتاہے ۔ وقتِ واپسی جتنا جمع ہوا تھا اس کی ہر سال کی زکوٰۃ لازم آئے گی اور اگر اس سے زائد ملے گا تو اس کی زکوٰۃ نہیں کہ بیمہ کرانے والے کی ملک نہ تھا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ502، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید اسی میں ایک اور مقام پر شادی وزندگی کے بیمہ کے متعلق فرماتے ہیں:" یہ نرا قمار ہے ۔ اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتاہے اور وہ منافع موہوم ، جس کی امید پر دَین اگر ملے بھی ، تو کمپنی بیوقوف نہیں کہ گرہ سے ہزار ڈیڑھ ہزار دے بلکہ وہ وہی روپیہ ہوگا جو اوروں کا ضائع گیا اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے ، تو کوئی وجہ اس کی حلت کی نہیں۔" (فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ381، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

جبکہ جنرل انشورنس میں ظلم کی صورت یہ ہے کہ مثلا کوئی شخص کسی مال کا بیمہ کرواتا ہے ، مگر وہ مال پالیسی کی تکمیل سے پہلے ہی ضائع ہوجائے ،تو بیمہ کمپنی اس کے نقصان کا ازالہ کرنے کی ذمہ دار ہوگی ۔جیسا کہ سائل نے سوال میں ذکر کیا۔حالانکہ یہ نقصان بیمہ کمپنی نے نہیں کیا ہوتا، مگر پھر بھی وہ اس کا ضمان ادا کرنے پر مجبور ہے اور یہ بات صریحاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

چنانچہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشادِ باری تعالی ہے:﴿فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم﴾ ترجمہ : یعنی:جو تم پر زیادتی کرے تو تم اس پر زیادتی کرلو اسی قدر زیادتی جتنی اس نے تم پر کی۔
(سورۃالبقرۃ، آیت194)

اور مزید ایک مقام پر فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾یعنی: اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تکلیف تمہیں پہنچائی تھی۔ (سورۃالنحل، آیت126)

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد وقارالدین قادری رضوی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ سے جب اس قسم کے بیمہ کے بارے میں سوال کیا گیا، توآپ علیہ الرحمۃ جواباً ارشاد فرماتے ہیں:" ہر قسم کا بیمہ ناجائز ہے۔اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کسی کا مالی نقصان کرے گا، وہی ضامن ہوگا اور بقدرِ نقصان تاوان دے گا۔قرآن کریم میں ہے:﴿فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم﴾ لہذا چوری، ڈکیتی، آگ لگنے اور ڈوبنے وغیرہ کا بیمہ ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب مال کا نقصان انشورنس کمپنی نے نہیں کیا تو وہ تاوان کیوں دے گی؟"
(وقارالفتاوی، ج اوّل، ص240، مطبوعہ کراچی)

اور سائل کا یہ کہنا کہ کمپنی اس شخص کی جائداد،مال اور گاڑی وغیرہ جس کی انشورنس کروائی جاتی ہے ،اس کے تحفظ کی یقین دہانی کرواتی ہے ،جس میں بیمہ کمپنی کی طرف سے بیان کردہ خطرات میں سے کسی کے لاحق ہونے کی صورت میں وہ اس کے نقصان کو پورا کرنے کی پابند ہوتی ہے،حالانکہ کمپنی اس چیز کے تحفظ کے لئے کوئی کام نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی محافظ وہاں بٹھاتی ہے کہ جس کی وجہ سے واقعی تحفظ کرنا کہا جاسکے اور اس مال یا گاڑی کو ان کے پاس بطورِ امانت قرار دیا جاسکے جس میں کمپنی کی طرف سے تعدی کرنے کی صورت میں ضمان اور عدمِ تعدی کی بناء پرعدمِ ضمان کا حکم لگایا جاسکے ،بلکہ اس گاڑی یا مال کو مالک کے پاس ہی چھوڑ دیا جاتا ہے ،جسے شرعاً امانت رکھوانا نہیں کہا جاسکتا اور اس میں صرف یقین دہانی کروانا کوئی چیز نہیں اور یہ ایسے کاموں میں سے ہے کہ جن میں شرعاً ظلم کی تعریف صادق آتی ہے۔

چنانچہ عربی لغت میں ظلم کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:"وضع الشیء فی غیر موضعه"یعنی کسی شے کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کا محل نہ ہو"واصل الظلم الجور ومجاوزۃ الحد"اور ظلم کی اصل زیادتی اور حد سے بڑھنا ہے۔"
(لسان العرب، جلد12ص373، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

اورحدیثِ پاک میں کسی کامال ظلماً لینے کے بارے میں فرمایاگیاکہ:''من اخذ شبرا من الارض ظلمافانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین''یعنی جس نے بالشت بھرزمین ظلماً لی(غصب کی)بروزِقیامت اسے سات زمینوں کاطوق پہنایاجائے گا۔ (مشکوۃشریف،ص254،مطبوعہ کراچی)

مزیدایک مقام پرحضورنبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں:''من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه او شیٔ فلیتحلله منه الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا درهم الخ ''یعنی جس نے اپنے بھائی پرظلم کیاہو،اس کی عزت یاکسی شے(مال یاجان)میں سے،توآج ہی اس سے گلوخلاصی کرلے،اس سے پہلے کہ اس کے پاس کوئی دیناوودرھم نہ ہو۔ (مشکوۃالمصابیح،ص435،مطبوعہ کراچی)

لہذامسلمانوں کو ہرقسم کی بیمہ پالیسیوں سے حتی المقدوربچناہی چاہیے کہ ہمارے زمانہ میں رائج بیمہ پالیسی محرمات کا مجموعہ ہے جن سے بچنالازم ہے کہ اسی میں شریعت کی فرمانبرداری ہے اوراسی میں اللہ تبارک وتعالی اوراس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضامندی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مسلمانوں کوحق بات سمجھنے اوراس پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبــــــــــــــــــه**

**المتخصص فی الفقه الاسلامی**

**ابوالفیضان عرفان احمدمدنی**

**02ربیع الاول1441ھ/31اکتوبر2019ء**

**الجواب صحیح**

**مفتی محمدقاسم عطاری**